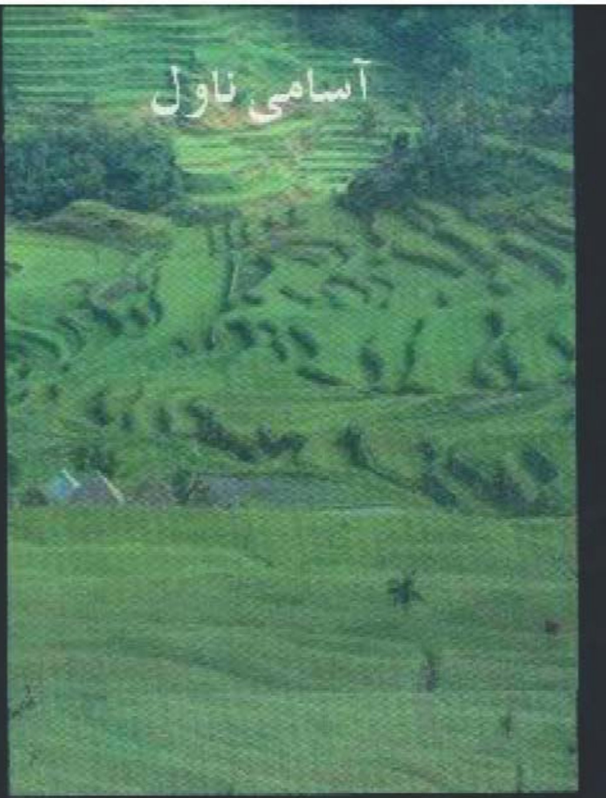

کامروپ کی کہانی

اندرا گوسوامی
ترجمہ: تنویر اقبال

مشعل

کامروپ کی کہانی

اندرا گوسوامی

ترجمہ: تنویر اقبال

مشعل بکس

آر۔بی۔۵' سیکنڈ فلور'

عوامی کمپلیکس' عثمان بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور۔54600' پاکستان

MashalBooks.org

بھنور کے بیچ

اندرا گوسوامی
ترجمہ: تنویر اقبال

کاپی رائٹ اردو (c) 2003 مشعل بکس
کاپی رائٹ (c) ڈاکٹر اندرا گوسوامی

ناشر : مشعل بکس
آر۔بی۔5، سیکنڈ فلور،
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور۔54600، پاکستان
فون وفیکس 042-35866859
E-mail: mashbks@brain.net.pk
http://www.mashalbooks.org

MashalBooks.org

ابتدائیہ

آسام بھارت کا انتہائی مشرقی صوبہ ہے، جس کی سرحدیں برما سے ملتی ہیں۔ دریائے جگالیہ کے شمالی اور جنوبی کناروں کے ساتھ پھیلی ہوئی سرسبز و شاداب وادی۔ کام روپ۔ اسی آسام کا ایک سرحدی ضلع ہے۔ یہی سرحدی وادی ہمارے زیرنظر ناول کا لینڈ سکیپ ہے۔ دراصل اسے وہاں کے جاگیردار گزوسان خاندان کی آزادی سے قبل کے تیس سالہ دور کی داستان کہا جانا چاہیے۔ تقریباً ساڑھے تین سو سال پہلے آسام کے اہوم بادشاہوں نے گوسان خاندان کے بانی کو، اس کی دھرم سے گہری جذباتی وابستگی سے متاثر ہو کر، کام روپ کا علاقہ دان کر دیا تھا۔ بعد میں آسام کے مسلمان نوابوں نے بھی ان کی سرپرستی کی انہیں ادھیکار کہا جاتا تھا۔ اور یہ لوگ مذہبی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ، اپنے علاقے کے سیاسی، سماجی اور معاشی معاملات پر مکمل حاوی تھے۔ انگریزوں نے چونکہ برصغیر میں سب سے پہلے بنگال پر قبضہ کیا تھا اس لئے ان کا اثر و رسوخ، عیسائی مشزیوں کے روپ میں، ابتدائی زمانے ہی میں آسام تک پہنچ گیا تھا۔ تاہم ویشنوی دھرم کی جڑیں بہت گہری ہونے کی وجہ سے انہیں وہاں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ جنرل جنکنز کے دور میں ، برطانوی حکومت کی زرعی زمین سے متعلق قوانین میں کی گئی تبدیلیوں نے گوسان جاگیر داروں کو پہلا جھٹکا لگایا۔ بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں کمیونسٹ تحریک نے آسام کی صدیوں پرانی روایات اور رسوم و رواج کو ہلا کر رکھ دیا۔ غیر حاضر جاگیرداروں کے

MashalBooks.org

خلاف بغاوت ہونے لگی آزادی کے فوراً بعد ہونے والی زرعی اصلاحات نے اس قدیم مقامی حکومت کے نظام کو ختم ہی کر ڈالا۔

یہ کہانی انہی جاگیرداروں ادھیکاروں کے آخری دور سے عبارت ہے۔ان کی بے چارگی کس مپرسی اور مفلوک الحالی کے ساتھ ساتھ فلیش بیک میں انکی عظمت رفتہ اور جاہ و جلال کی کہانی بھی سنائی جاتی ہے۔اس ناول کا بنیادی کردار اندر ناتھ،ایک نوجوان گوسان اپنی جدید طرز فکر،روشن خیالی اور انسان دوستی کے باوجود،اپنی ہی زمینوں پر،اپنے مزارعوں کے ہاتھوں مارا جاتا ہے۔

گوسان جاگیردار اپنی شان وشوکت کے اظہار کے لئے' عموماً ہاتھیوں کو استعمال کرتے تھے۔ان کا اپنا ذاتی ہاتھی باڑہ ہوا کرتا تھا، جہاں ہاتھیوں کی دیکھ بھال اور تربیت کی جاتی تھی۔انہی پالتو ہاتھیوں کے ذریعے جنگلی ہاتھیوں کو پکڑا بھی جاتا تھا۔آسام کی حکومت یا بیرونی راجواڑے،ان کے بہترین خریدار ہوا کرتے تھے۔جنگلات کی لکڑی اور دوسرے وزنی سامان کی نقل وحمل میں بھی ہاتھی سے بار برداری کا کام لیا جاتا تھا۔گوسان کے ہاتھی' جگن ناتھ کا پاگل ہو جانا یا اندر ناتھ کا اپنی خواہش کے برعکس،ایک دیمک زدہ ہودے پر بیٹھ کر ؟ کی شورش زدہ زمین پر جانا،دراصل گوسان کی مقامی حکومت کے زوال کی علامت ہے۔

مل رائے ہمفرے،گامان،اور مارک۔۔۔مختلف مغربی کردار اپنی انسان دوستی اور مثبت رویوں کے حوالے سے سامنے آتے ہیں۔مقامی سیاسی سماجی ماحول کے برعکس مصنف لاشعوری طور پر مغربی مذہبی اقدار سے خاصا متاثر نظر آتا ہے۔یسوع مسیح کے اقوال بھی،موقع کی مناسبت سے نقل ہوئے ہیں۔بادی النظر میں یوں لگتا ہے کہ مرکزی کردار اندر ناتھ۔ مزارعوں پر فوج کشی کرنے کی بجائے مغلوب ہونے کے لئے خود کو ان کے حوالے کر دیتا ہے۔وہ ان سے انتقام لینے کی بجائے،انہیں زمین کی ملکیت کا انعام دینے کے لئے،ان تک جانا چاہتا ہے اور یہ رویہ عمومی جاگیردارانہ رویوں کے بالکل برعکس ہے۔

گوسان بیواؤں پر مسلط ان کہی ابتلاؤ ں اور مصائب کا ہجوم اور تباہ کن معاشرتی پابندیوں کا نظر نہ آنے والا بوجھ،کہانی کا ایک خوبصورت مگر انتہائی کربناک رخ ہے۔

درگا،سارو گوسانی اور گری بالا............تین گوسان بیوائیں ہیں ۔وہ کس عمر میں ہیں ،ان کی مشکلات اور پریشانیاں کیا ہیں،ان کے ذہنی اور عملی رویوں میں کیا اختلاف ہے............ان سب معاملات سے قطع نظر سماج انہیں ایک ہی لاٹھی سے ہانکتا ہے۔سسرال ہو یا میکہ،زندگی ان کے لئے ایک جیسی ہے۔سماج انہیں زندہ رہنے کا حق دیتا ہے مگر یہ زندگی محرومیوں کی طویل زنجیروں میں جکڑی موت سے بھی کہیں بدتر لگتی ہے۔بالا،نوجوان نسل کی نمائندہ ہونے کے ناطے ان زنجیروں کو توڑنے کی کوشش کرتی ہے۔ایک مغربی محقق مارک کی تحقیق و تلاش میں معاونت کرتے کرتے قدیم علمی،مذہبی اور تاریخی قلمی مسودوں کی تلاش کے دوران وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔نتیجتاً،اپنی پرائسچت کی رسم ادا کرتے ہوئے،وہ زندہ لاش بننے کے بجائے آگ میں جل کر مرنے کو ترجیح دیتی ہے مستقبل کا ادھیکار،اس کا اپنا بھائی اندرناتھ،ان رسوم و رواج اور مذہبی قیود سے نفرت کے باوجود،خود کو بےبس و لاچار محسوس کرتا ہے۔

اس داستان کا اصل حسن،اس کے اہم کرداروں میں تبدیلی اور بہتری کی خواہش کا بدرجہ اتم موجود ہونا اور اس خواہش کو عملی صورت دینے کیلئے ، کچھ نہ کچھ کرتے جانے کی کوشش میں نظر آتا ہے۔مصنف نے سماجی اونچ نیچ اور کرداروں کے باہمی تضادات کے ساتھ،ان کی متضاد داخلی کیفیات کی انتہائی سادہ مگر فنکارانہ عکاسی کی ہے۔

بھارتی سماج کی ذات پات پر مبنی تقسیم اس علاقے میں بھی اسی طرح پوری شدت سے اپنے پنجے گاڑے دکھائی دیتی ہے۔غربت، جہالت، اوہام پرستی کے ساتھ ساتھ زیرِنظر دور میں یہ علاقہ افیم کی لعنت کا بھی بری طرح شکار ہے۔ہر گھر میں افیم کے ڈوڈے جلنے اور بھننے کی خوشبو چولہوں سے اٹھتا گاڑھا خاکستری دھواں،افیمیوں کے کھانسنے اور کھنکارنے کی آوازیں،مردوں کی روزمرہ کام کاج سے نفرت اور علیحدگی، مفلسی اور بھوک کا راج......اس علاقے کی خوبصورتی اور زرخیزی کو گھن لگا دیتے ہیں۔برطانوی حکام،مسیحی مشنری گروہوں اور آزادی کے بعد کانگریس کے رضاکاروں کے ذریعے،اس لعنت کی بیخ کنی کی جدوجہد بھی خاصی اثرانگیز ہے۔

آزادی کی نصف صدی گذر چکی' وادیٔ کام روپ میں بہت سی تبدیلیاں آئیں ادھیکار گوسان داستان پارینہ بن گئے۔ بہت سے سکول، کالج بلکہ گوہاٹی میں یورنیورسٹی تک قائم ہو گئی۔نئی نسل علم کے زیور سے آراستہ بھی ہو رہی ہے۔ذات پات کے قلعے ٹوٹ رہے ہیں برہمن اور شودر لڑکے لڑکیاں بلا امتیاز گھل مل رہے ہیں، جاگیریں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں مگر غربت اور مفلسی کا عفریت آج بھی اس علاقے میں ماضی کی طرح ہی دندناتا پھر رہا ہے۔اور نہ جانے کب تک دندناتا رہے گا؟

تنویر اقبال

لاہور

MashalBooks.org

باب ۱

تاش کی بازی جمی ہوئی تھی۔ جواری حسب معمول کھیل میں مگن تھے‘ اندر ناتھ کھڑا ہو جانے کے باوجود کھلاڑیوں سے اپنی توجہ ہٹا نہیں پا رہا تھا۔ ماحول میں سکون اور خاموشی کا راج تھا۔ کبھی کبھی کسی بیل گاڑی کے چلنے کی آواز فضا میں ہلکا سا ارتعاش پیدا کر دیتی اور پھر وہی سکوت ...... گھروں میں موجود لوڈو کی شوقین عورتیں بھی اپنے کھیل سے فارغ ہو کر سونے کی تیاریوں میں تھیں۔

بونی بٹ کے جانے پہچانے بیوپاری بولورام نے اندر ناتھ کو چوپال سے اٹھتے دیکھا تو اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ”اتنی جلدی کہاں چل دیئے جناب آج تو پورن ماشی ہے۔“

اندر ناتھ نے بانس سے بنی تپائی پر رکھی لالٹین کی جانب نظر ڈالی۔ چاند کی بھرپور روشنی میں لالٹین کی لو اسے کچھ زیادہ ہی پیلاہٹ زدہ لگی۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو البتہ ہوا میں رچی ہوئی تھی۔ اندر ناتھ بیٹھ گیا اور کھیل پھر شروع ہو گیا۔ بنسی گوپال یاترا کا ایک اداکار اور رانی کے ہاتھی محل کا ایک سرکردہ کارندہ بھی کھیل میں شریک تھے۔

کام روپ کے اس جنوبی حصے کے نامی گرامی لوگوں کے لئے بولورام کے اس اڈے میں خاصی کشش پائی جاتی تھی۔ فارغ وقت میں یہاں آ کر تاش سے دل بہلانا یا جوا کھیلنا‘ ایک روایت بن گیا تھا۔ مختلف سرکسوں اور تھیٹرز کے فنکار یہاں جمع ہوا کرتے تھے۔ ایک دوسرے کے اداکاروں اور کارندوں کو اڑا لے جانے کی سازشیں‘ مخالفوں کو نیچا دکھانے کے منصوبے اور اسی طرح کے مختلف حربے اور تانے بانے یہیں تشکیل پاتے۔ بعض اوقات لڑائی جھگڑے شروع ہوتے تو سر پھٹول اور خون ریزی کی نوبت تک آ جاتی۔

ماحول پر چھائی تیرہ شبی میں کبھی کبھی انتہائی لاغر اور مدقوق چہرے اچانک نظروں کے

MashalBooks.org

سامنے نمودار ہوتے اور تاش کھیلتے کھلاڑیوں کے پیروں سے لپٹ جاتے۔ یہ افیمی کبھی خاصے سیدھے سادھے دیہاتی کاشتکار ہوا کرتے تھے مگر اب ان کی حالت دیدنی تھی۔ نشے نے انہیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔لرزتے بدن اور گھگھیاتے لہجے میں بھیک مانگتے دیکھ کر دیکھنے والا بھی لرز اٹھے۔ جب تک ان کے ہاتھ پر کبھی کچھ رکھ نہ دیا جائے ان سے جان چھڑانا ناممکن تھا۔

اندرناتھ علاقے کا متوقع ادھیکار ہونے کے ناطے انتہائی قابل احترام اور معزز شخصیت سمجھا جاتا تھا۔طویل قد' کسرتی جسم' سر پر گھنے گھنگھریالے بال' وجاہت کا شاندار نمونہ' رنگ روپ ان انگریز فارسٹ افسروں جیسا' جو کبھی یہاں براجمان ہوا کرتے تھے۔اس کی غصیلی طبیعت کا بڑا شہرہ تھا اور لوگ اس سے خوف زدہ رہتے تھے۔ جھوٹ بولنے والے کو وہ کبھی معاف نہیں کرتا تھا۔ گوسین کی حویلی کے سامنے بلائی گئی مقامی پنچائیت میں اگر کوئی شخص قصوروار ثابت ہو جاتا تو اس کی شامت آ جاتی۔ اندرناتھ ہاتھ میں کوڑا لئے اٹھ کھڑا ہوتا اور اس بے رحمی سے اس کی پٹائی کرتا کہ وہ اپنے پیروں پر چل کر واپس نہ جا سکتا۔

تاہم غریبوں کا وہ دوست تھا۔عملاً وہ ان کیلئے ابھی کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ادھیکار ابھی اس کا باپ تھا۔اسے اپنی اکلوتی بہن سے بہت محبت تھی۔ اس کے شوہر کی ناگہانی موت نے اندرناتھ کے غیض وغضب پر گویا پانی ڈال دیا۔

اندرناتھ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بولورام نے اس کے چہرے پر نظر ڈالی اور سمجھ گیا کہ اسے مزید روکنا ممکن نہیں ہوگا۔ دوسرے کھلاڑی بھی احتراماً اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔ بولورام نے پنکھا جھلنے والے خدمت گاروں کو اونچی آواز سے اپنی طرف متوجہ کیا۔

''اے! تم دونوں کو گوسین کے ساتھ جانا ہے لیکن پہلے ان کی سائیکل کو صاف ستھرا کرو۔''

اندرناتھ نے اپنی قمیض کی جیب سے ساگوانی پائپ نکالا' منہ سے لگایا اور جلا لیا۔ پائپ کا کش لیتے ہوئے اس نے سائیکل سنبھالی اور آہستگی سے گھر کی جانب روانہ ہو گیا۔

رات پرسکون اور خوشگوار تھی۔ چاند بانس کے بلند وبالا درختوں کے پتوں سے آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔اندرناتھ کو یوں محسوس ہوا جیسے چاند کوئی سنہری مچھلی ہے جو بانس کے پتوں کے جال میں پھنسنے سے بچنے کی کوشش میں ہے۔ میٹھے سروں میں گنگناتا ہوا کوئی پرندہ اس کے سر کے عین اوپر سے گزرتا ہوا چلا گیا۔ جگالی دریا کی بہتی لہروں کی آواز اس کے کانوں میں کنواری لڑکیوں کے ریشمی لباس کی سرسراہٹوں کی طرح سرگوشیاں کرنے لگی۔ اڑتے

پرندے کی گنگناہٹ میں سوز کا شائبہ بھی اسے محسوس ہوا' کبھی اس چہکار میں کتنا لطف اور سکون ہوا کرتا تھا۔

دکھ کا یہ احساس' یہ عجیب سا خیال اسی وقت اس کے ذہن میں رینگتا جب وہ سڑک کے اس تنہا حصے سے گزر رہا ہوتا۔ کسی اور وقت اس کے اندر کوئی بے چینی پیدا نہیں ہوتی تھی۔

دریائے جگالی پر بنے ہوئے لکڑی کے پل پر پہنچتے ہی اندرناتھ نے سائیکل ریلنگ کے ساتھ لگا دی اور خود بھی کھڑا ہوگیا۔ دائیں جانب گھنا جنگل نظر آ رہا تھا۔ ایک تنگ سا راستہ کھائی ماری کی طرف جاتا تھا۔ بر ہرامدد کے باشندوں نے یہ افواہ پھیلا رکھی تھی کہ کسی بھوت کو یہ گھنا جنگل بے پناہ پسند ہے اور وہ بسا اوقات لکڑی کے پل تک آتا جاتا رہتا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ گزشتہ ایک مہینے سے پل پر ہی منڈلا رہا ہے۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی' اندرناتھ نے ادھر ادھر نظریں دوڑا کر بھوت کے اس ہیولے کو دیکھنے کی کوشش کی۔ اس نے یہ بھی سنا تھا کہ منڈی لگنے والے دن وہ بھوت کچھ مچھیرنوں کے کپڑے بھی لے بھاگا تھا' ان کے ساتھی وہاں سے گزرنے والے مچھیرے بری طرح حواس باختہ ہوکر رہ گئے تھے۔ اندرناتھ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ ''بے چارے! یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ وہ تھا کیسا!'' بعض کا کہنا تھا کہ وہ دیہاتی افیمیوں کی شکل وصورت کا تھا' کچھ کا خیال تھا کہ وہ ہیضے کا مریض لگ رہا تھا۔

ہاتھیوں کے گوبر کی بو اس کی ناک سے ٹکرائی۔ ہاتھیوں کا باڑہ یہیں قریب ہی واقع تھا۔ ہاتھیوں کے کانوں کی پھڑ پھڑاہٹ بھی اس کی سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔ وہ اپنی جیب میں کچھ ٹٹولنے لگا۔ ہاتھ باہر نکلا تو اس میں ماچس اور کیونڈر سگریٹ کی ڈبی تھمی تھی۔ سگریٹ سلگاتے ہوئے وہ اپنے پرانے دوست بولورام کے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ سگریٹ کی ڈبیا اور ماچس اسی نے اندر کی لاعلمی میں اس کی جیب میں ڈالیں تھیں۔ بولورام نے پلاس باری ہائی اسکول میں سکالرشپ لیا تھا۔ وہ سکالرشپ گل مل صاحب کی جانب سے اسے ملا تھا اور پھر قسمت اس پر مہربان ہوگئی تھی۔ اب تو وہ پیسوں میں کھیلتا ہے۔ بار دوا کے چائے کے باغات میں آنے والے فرنگی سگریٹ اور ماچس کی ڈبیاں اسے تحفے میں پیش کرتے ہیں۔

اندرناتھ نے اپنی سائیکل اٹھائی اور اسے آہستہ آہستہ چلاتا ہوا ستر (Saltra) کی جانب چل پڑا۔ پگڈنڈی پر چلتے ہوئے سائیکل کے پہیوں سے چوں چوں کی مسلسل آواز

MashalBooks.org

سے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی چکی چل رہی ہے۔

دبا کر بھگوتی کے مکان کے پاس سے وہ؟ میں جانے کیلئے بائیں جانب مڑا۔ دبا کر جنگ کے زمانے میں فوجی بیس کیمپ کا ٹھیکیدار ہوا کرتا تھا۔ وہ آرمی کو کبوتر بطخیں اور چاول سپلائی کرتا تھا۔ حبشی فوجیوں کی آرجار کے دوران ان کے بوٹوں کی دھمک کے ہاتھوں' ستر کے مکین کافی عرصہ رتجگے اور بے خوابی کا شکار رہے تھے۔ ان دنوں پختہ چھتوں کے بجائے چھت لوہے کی چادروں کی ہوتی تھی۔ اندرناتھ کو یاد آیا کہ دبا کر فوجیوں کو ایک عجیب وغریب اور بے ہودہ چیز بھی مہیا کرتا تھا اور وہ تھی جونکیں۔ جی ہاں جونکیں۔ وہ دونوکروں کے ساتھ دریا کے اس کنارے پر جایا کرتا جہاں ہاتھی نہایا کرتے تھے۔ ہاتھی نہا کر باہر نکلتے تو ان کے جسم پر لاتعداد جونکیں چمٹی ہوتی تھیں۔ وہ اپنے کارندوں کے ساتھ انہیں ان کے جسم سے صاف کر کے بانس کی ٹوکریوں میں اکٹھا کرتا اور حبشی سپاہیوں کو بیچ دیتا۔ اس طرح اس نے بڑا پیسہ بنایا۔ مہاوتوں سے اس نے بڑی بنا کر رکھی ہوئی تھی۔ فرنگیوں کے پاس سے آنے والی ڈبوں میں بند خوراک' خشک گوشت کے پارچے اور دوسری ہلکی پھلکی چیزیں وہ ان میں تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ اردگرد کے علاقے میں اس کا نام ''بھگوتی جونک'' مشہور ہو گیا تھا لیکن یہ سب گئے دنوں کی بات تھی۔ اب تو اس کے گھر کی چھت کسی اونٹ کی کھال سے مشابہ لگتی تھی۔

بوسیدہ دیواریں' اندر اور باہر شکستگی اور ویرانی کا راج۔ عجیب اداسی اور بے رونقی نظر آتی۔ کہتے ہیں کوچ بہار کے افیم کے کسی تاجر سے اس کا ملنا قیامت ہو گیا اور تباہی و بربادی نے اس کا گھر دیکھ لیا۔ وہ شخص ملکیر کی پہاڑی ڈھلانوں پر پوست کی کاشت کیا کرتا تھا۔ انہوں نے کاروباری شراکت کی تو سرکاری پرمٹ کے تحت افیون کی مقامی کھپت میں زبردست کمی ہونے لگی۔ کہاں دومن افیون بکتی تھی اور کہاں اس کی فروخت بمشکل دس سیر رہ گئی۔ افیون پر سرکاری آمدنی کم ہوئی تو ایکسائز والوں کو شبہ ہوا۔ تفتیش ہوئی تو بھگوتی پکڑا گیا۔ افیون کے دھندے میں ایسے واقعات ہوتے ہی رہتے تھے سرکاری بجٹ میں آمدنی کے لحاظ سے افیون کا نمبر دوسرا تھا۔ چند سال پہلے تک اس کے لائسنس کھلے عام مل جاتے تھے۔ لوگ ہر میل' ڈیڑھ میل بعد افیون کی دکان کھول سکتے تھے۔ کہتے ہیں ان دنوں آسام کی افیون رنگون کی مارکیٹوں میں بھری نظر آتی تھی...... اندرناتھ کی نظر گھر کے عقبی برآمدے پر پڑی' وہاں جھاڑ جھنکار کا ڈھیر نظر آ رہا تھا۔ کچھ عرصے پہلے کا وہ منظر اس کی نگاہوں میں گھوم گیا۔ جب جونکرم

اس کے باپ ادھیکار کے پیروں میں پڑا' گڑگڑا کر التجا کر رہا تھا کہ وہ اسے ایکسائز والوں کے چنگل سے بچالے۔اس کے باپ نے گوہاٹی سے انسدادافیون ایکٹ کی کاپی منگوا کر اس کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ایکٹ میں سیکشن 39 کے تحت ایک نیا اضافہ ہوا تھا۔ جو کچھ یوں تھا۔

1898ء کے کرمنل پروسی جر کوڈ کے سیکشن 497 کی دفعات سے قطع نظر' ناقابل ضمانت جرم میں ماخوذ کسی بھی ملزم کو اس ایکٹ کے تحت ...... باقاعدہ نوٹس کے تحت' مقدمے چلائے بنا...... ہرگز ضمانت پر رہا نہیں کیا جائے گا۔مناسب تفتیش کے بعد جاری کردہ ضمانت کے احکامات میں اس کی واضح وجوہات بیان کی جائیں گی۔

سیکشن 5 میں اور زیادہ وضاحت موجود تھی۔

افیون کی سمگلنگ یا تجارت میں ملوث' کسی بھی شخص کو ثابت ہو جانے کی صورت میں' دو سال کی قید بامشقت اور جرمانے سے کم کی سزا نہیں دی جائے گی۔

گوسان کے گھر کے بیرونی احاطے میں' بھگوتی اپنے ہوش وحواس سے بیگانہ چپ بیٹھا تھا۔گوسان کے چیلے چانٹے ہاہا کار مچا کر آسمان سر پر اٹھائے ہوئے تھے۔ان کے نزدیک ایک برہمن کو جیل میں ڈالنا بہت بڑا پاپ تھا اور ایسا ہونے کی صورت میں انسپکٹر کو اپنے گناہ کا زبردست بھگتان کرنا ہوگا۔دراصل اس علاقے میں کبھی کسی برہمن کو قید کی سزا ہوئی ہی نہیں تھی لیکن انسپکٹر ان فضول باتوں پر کان کیوں دھرتا؟ افیون کے دھندے میں ملوث جتنے مجرم وہ پکڑتا جائے گا اس کی ترقی کے مواقع اتنے ہی بڑھتے جائیں گے۔

بہرحال اندرناتھ کے باپ نے کسی نہ کسی طرح اسے ضمانت پر رہا کرا دیا تھا۔

بھگوتی کے گھر کے شکستہ پیش منظر میں کہیں لالٹین کی روشنی ٹمٹاتی نظر آ رہی تھی۔ اندرناتھ کو اندرونی جانب سے کسی کے کھانسنے کی آواز بھی سنائی دی۔غالباً کسی کمرے میں افیونچیوں نے اپنا ڈیرہ جما رکھا تھا۔افیم کے ڈھوڈوں کے جلنے کی بو اور بکھرتا دھواں' اس کی ناک سے ٹکرانے لگا۔اس احمق آدمی نے افیونچیوں کے اصلاح خانے میں کافی دن گزارے تھے مگر کیا اثر ہوا؟ کچھ بھی نہیں۔اندرناتھ بل کھاتی سڑک پر سے مڑتے ہوئے ایک گھنے درخت کے پاس سے گزرا۔اچانک اسے ایک منحنی اور کمزور سی آواز سنائی دی۔کسی بیمار باز کی باریک چیخ کی مانند!

''چھوٹے آقا! تاش کھیل کر آ رہے ہو؟''

MashalBooks.org

اندر ناتھ نے درخت کے تاریک گوشے کی جانب بغور دیکھا تو اسے جھکی کمر اور مدقوق چہرے والا ایک آدمی درخت کے نیچے نیم دراز نظر آیا۔ وہ کوڑھ کا شکار ہوا تو گاؤں والوں نے اسے گاؤں سے باہر لا ڈالا۔ رات کے اس پہر یہاں سے گزرتے ہوئے اس آدمی کی آواز ہمیشہ ہی اندر ناتھ کا راستہ روکتی تھی۔ اس کی دھیمی مگر چبھتی ہوئی آواز سیدھی اندر ناتھ کے سینے میں اترتی چلی جاتی۔ اس کی کراہتی ہوئی آواز اس سے روزانہ یہی سوال کر رہی ہوتی۔ ”کیا تم اس بیمار اور ناتواں بندے کو معمولی سی چھت بھی ڈال کر نہیں دے سکتے۔ مکھیوں اور مچھروں نے کاٹ کاٹ کر میری جلد کو چھلنی کر دیا ہے۔ میرے جسم پر منڈھی یہ کھال' آہستہ آہستہ ایک روز یونہی ختم ہو جائے گی۔ ایک دن تم دیکھو گے کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ کسی بھوت کے سائے کی طرح پڑا ہوگا!“

اندر ناتھ نے اپنی جیب میں سے کچھ سکے باہر نکالے اور اس کوڑھی کی جانب پھینک دیئے۔ یہ سکے شاید تاش کے کھیل کے دوران اس کے کسی مرید نے پیر چھوتے ہوئے اس کی نذر کیے تھے۔ ہاتھی کے فضلے کی بو پھر فضا میں سرسراتی محسوس ہوئی۔ اس نے اپنی رفتار اور تیز کر دی۔ سڑک کا دوسرا موڑ مڑتے ہی وہ اپنی حویلی کے گیٹ پر ہوگا۔ چاند کی دھیمی روشنی میں گاؤں کی شکستہ جھونپڑیاں' جنگ کے ہاتھوں تباہ شدہ کسی گاؤں کی تصویر کا تصور دے رہی تھیں۔

گاؤں کے تین سو مکینوں میں سے ڈھائی سے زیادہ لوگ افیون کی لعنت کا شکار ہو گئے تھے۔ اندر ناتھ حویلی میں داخل ہوا۔ اس نے سائیکل برآمدے میں کھڑی کی اور کنوئیں کی طرف چل دیا۔ برآمدے کی دوسری جانب اس نے اپنی ماں اور موسی کو اپنا منتظر دیکھا۔ موسی درگا اپنے شوہر کی موت کے بعد سے اسی گھر میں رہ رہی تھی۔ اندر کی ماں کی راتوں کی نیند غائب ہو گئی تھی۔ اس کی اکلوتی بہن کے نوجوان شوہر کے مرنے کے بعد سے ماں اپنی بیوہ بیٹی کے بارے میں ہی سوچتی رہتی۔ وہ اسے واپس اپنے گھر لے آئے یا سسرال میں ہی رہنے دے۔ درگا کا معاملہ اس کے ذہن سے محو نہیں ہوا تھا۔ وہ یہاں آ گئی تو کہیں درگا کی طرح اسے بھی واپس لینے اور جائیداد میں حصہ دینے سے انکار نہ کر دیا جائے۔

وہ ہر رات یونہی اپنے بیٹے کے انتظار میں بیٹھا کرتی اور اس کی پھوپھی اس کا ساتھ دیا کرتی۔ اندر ناتھ کے قدموں کی چاپ سنتے ہی وہ دونوں کھڑی ہو گئیں۔ اس کی ماں نے

اسے کھانا دینے کے ارادے سے باورچی خانے کی جانب چلتے چلتے' لمحہ بھر کو رک کر کہا۔ ''دیر سے گھر آنے کی یہ بری عادت کب چھوڑو گے؟ ان دنوں تم زمینوں کی طرف بھی دھیان نہیں دے رہے۔ ادھر مارا بھٹہ (MARA BHUTHA) میں کمیونسٹوں کا زور بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ ٹڈی دل کی طرح ہماری ساری زمینیں نگل جائیں گے لیکن تمہیں اس سے کیا؟ انہی فکروں نے تمہارے باپ کی نیندیں حرام کر دی ہیں۔''

اندرناتھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ درگا بولی۔ ''وہ خوفناک بھوت دوبارہ رات کی تاریکی میں سڑکوں پر دندناتا پھرتا ہے۔ تمہاری ماں بیچاری' حقے کی نے اپنے منہ میں دیئے' یہاں تمہارے انتظار میں سوکھتی رہتی ہے۔''

اندرناتھ بھڑک اٹھا۔ ''بڑھی بلیو! تمہیں کس نے کہا ہے کہ انتظار کرو۔ اگر تم لوگ مجھے اسی طرح پریشان کرتے رہے تو میں رات کو گھر آنا ہی چھوڑ دوں گا۔ میرے یہ لفظ یاد رکھنا دونوں عورتیں ہکا بکا' ایک دوسرے کو تکتی رہ گئیں۔

رات کے کھانے سے فارغ ہو کر اندرناتھ ایک چھوٹی سی کھٹولی پر دونوں عورتوں کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ اس وقت گوسائی عموماً باورچی خانے کے برابر والے کمرے میں کپڑے تبدیل کرنے چلی جاتی تھی۔ اچھے خاصے نوکروں کے ہوتے بھی' وہ کھانا خود ہی تیار کیا کرتی تھی۔ باورچی خانے میں مصروفیت کے دوران وہ لال رنگ کا مکھالا پہنا کرتی۔ (بلاؤز یا سینڈل اس نے کبھی پہنے' گھر سے باہر جاتے ہوئے وہ عموماً ساڑھی پہنا کرتی تھی) ملحقہ کمرے میں کپڑے بدلتے ہوئے وہ حقے کے ایک دو کش بھی لے لیا کرتی لیکن آج وہ برابر والے کمرے میں جانے کے بجائے وہیں بیٹھی اندرناتھ سے باتیں کرنے لگی۔

''سارو گسائی اپنے عقیدت مندوں سے ملنے گئی تھی۔ دریائے جگالیا کی غضب ناک لہریں بھی اس کا راستہ نہیں روک سکیں۔ پرانے زمانے میں واپسی پر کشتی نذرانوں سے لبالب بھری ہوتی تھی اور انہیں اتارنے میں سات آٹھ آدمیوں کو لگانا پڑتا تھا۔ اب تو ایک دو آدمی بھی بہت ہوتے ہیں۔ میں نے اسے منع بھی کیا کہ اس خراب موسم میں نہ جائے لیکن اس نے سنی ان سنی کر دی۔ کہنے لگی مشکل وقت سر پر پڑا ہے۔ اگر میں نے مستقبل کے لئے کچھ نہ بچایا تو فاقوں کی نوبت آ جائے گی۔ بیٹا! سارو گوسائی واقعی بہت بہادر ہے' بہت حوصلہ مند عورت ہے وہ!''

MashalBooks.org

سارو گوسانی گوسان مہاپربھو کے بھائی کی بیوہ ہے۔ ستر کے کسی سالانہ تہوار کے موقع پر وہ آتش بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ موت کا شکار ہو گیا تھا۔ وہ تہواروں کے موقع پر گن پاؤڈر اور دوسرے دھاکہ خیز مواد سے آتش بازی کا سامان خود بنایا کرتا تھا۔ اس کے شوہر کے انتقال کے بعد زمین اور ان کے چیلوں کی تقسیم عمل میں آ گئی تھی اور گوسان نے اس کا حصہ اسے دے دیا تھا۔ اپنی زمین کے مناسب انتظام اور اپنی رعیت سے حسن سلوک کی بدولت اس کا احترام کیا جانے لگا تھا لیکن ان دنوں ستر میں چلنے والی تبدیلی کی ہوا کی وجہ سے وہ بھی پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا کر رہی تھی۔

اندرناتھ نے کہا ''تم دونوں سارو گوسانی اور کمیونسٹ گڑ بڑ کی باتیں کرتی رہتی ہو۔ تم بھی جاؤ زمینوں پر' ان کا قبضہ لو اور ان کی دیکھ بھال کرو۔ زمین کا چپہ چپہ تمہارا جانا پہچانا ہے' رعیت تمہاری اپنی ہے۔''

ایک لمحے کو دونوں ہی حیرت زدہ رہ گئیں۔ ''خدا کی پناہ! ہم گوسان گھرانے کی عورتیں اب باہر جا کر زمینوں پر ہل چلائیں۔ سارو اپنے کارندوں سے کام لیتی ہے۔ اس نے تو کبھی زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھا ہوگا۔ یہی وجہ ہے لوگ اس کا احترام کرتے ہیں۔ وہ تو کبھی قانون مقدمات لڑنے گوہاٹی بھی نہیں گئی۔ ہر کام اس کے کارندوں نے ہی نمٹایا۔ وہ جانتی ہے کہ اپنا اور خاندان کا وقار کس طرح قائم رکھا جائے!''

اندرناتھ نے دخل در معقولات کی۔ ''مجھے یہ سب پتہ ہے لیکن پرانے وقت کبھی کے لا گئے۔ دادی اماں اس گھر کے بڑے دروازے سے قدم باہر نکالے بغیر ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ ان کی روح اب بھی اسی چار دیواری میں ناچتی پھرتی ہوگی۔ جگن ناتھ پوری جانے کی کتنی خواہش تھی ان کی لیکن یہ حسرت ان کے دل میں ہی دفن رہ گئی۔ سالانہ دربار کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے وہ پردوں کے پیچھے کس طرح چھپی کھڑی رہتی تھیں۔ تم لوگ بھی کچھ اسی طرح کی روحیں ہو اور ظاہر کرتی ہو خود کو گوشت پوست کا انسان......

گوسانی کو غصہ آ گیا۔ ''چپ ہو جاؤ! بدتمیز' اب بکواس نہ کرنا۔ اس گھرانے کی عورتیں زندگی گزارتی ہیں تو دیویوں کے شان دبدنے سے اور مرتی ہیں تو بھی جہان یاد کرتا ہے انہیں! اور تم انہیں بھوت پریت سے تشبیہ دے رہے ہو۔ بلورام کے منحوس جوئے خانے نے تمہارے دل و دماغ کو چاٹ لیا ہے شاید۔ تم اپنی ذات پات بھلا کر اس کے ساتھ چائے بھی